اپنے لوگوں سے سنی اک شگفتہ کہانی

اسد محمد خاں

Abstract

How did our folk wisdom and mythology inspire our literature for long time being. In this piece of writing the folk wisdom is described in epic style for readers interest.

میں ڈھائی سو برس کا بچھڑا ہوا قبائلی ہوں۔ میرے قبیلے کے بارے میں، یہاں اور وہاں، عام طور پر جو legends گردش کرتی رہتی ہیں وہ آج آپ کو سناتا ہوں۔

ہم 'الف' زئیوں کا ایک خیل، عالم گیر بادشاہ کے عہد میں، اس کی راج دھانی میں جا بسا تھا۔ مغلوں کی آپا دھاپی کا دور ہم نے جیسے تیسے کاٹا، خود کو اس آشوب میں زندہ رکھا، ایک دو ریاستیں قائم کیں، خوش رہے، اور ناخوش بھی۔ کچھ نے بن کے دکھایا (کچھ نہیں بھی بن پائے) خیر، پچاس پچپن برس ہوتے ہیں، ہم بہت سے یہاں آ گئے۔

جو یہاں آ گئے وہ اپنے بچھڑے ہوئے عزیز پیاروں سے ملے۔ سرداروں، دستار داروں سے بغل گیر ہوئے۔ بسم اللہ! ماشاءاللہ! بیٹھو بیٹھو۔ جیسا سنتے آئے تھے ویسا ہی پایا۔ سیر چشم، کشادہ جبیں، کشادہ دل۔ پس ایک دو روز ان کے حجروں کی مہمان داری میں آسودہ ہوئے۔ ایک دو روز تو مجھ کہانی سننے والے نے اپنے اندر کے داستان پسند، بے چین آدمی کو سمجھا بجھا کے رکھا تھا، مگر اب جو وہ بے صبرا ہونے لگا تو میں نے میزبانوں، بزرگوں سے کہا کہ یارا میزبانا! کوئی قصہ سناؤ۔ اپنا نہیں تو میرے بڑوں کا ہی کچھ احوال جیسا' سنا ڈالو۔

میزبان بزرگ پہلے ہنسا، پھر کہنے لگا کہ تم 'الف زئیوں' کے بارے میں ایک تاثر یہ ہے کہ تم اتنے کوئی غصہ ور نہیں ہو، تمھیں منہ پھٹ اور مصلحت نااندیش بھی نہیں کہا جا سکتا۔ ایک اعتبار سے polished لوگ ہو۔ تو 'الف' زئیوں کی معاملہ فہمی اور فراست کا ایک مزے کا قصہ یہاں قبائل میں سفر کرتا آ رہا ہے۔ کہتے ہو تو سنا دیتا ہوں۔

میں نے کہا، بسم اللہ۔ میزبان نے کہانی سنانی شروع کی: کہنے لگا، ہوا یوں کہ نہ معلوم کتنے برس پیچھے، 'با' زئیوں کے کسی جوان نے کسی 'جیم' زئی جوان کو طیش میں آ کے گولی مار دی۔ 'جیم' زئی اس زمانے میں علاقے میں تعداد میں کم تھے۔ تاہم ان کے دوست قبائل نے جو 'با' زئیوں سے خار کھاتے تھے، مورچے سنبھال لیے اور مطالبہ کیا کہ قاتل کو ہمارے حوالے کرو۔ معاذاللہ! عجب صورتِ حالات پیدا ہو گئی۔

مطالبے کے جواب میں 'جیم' زئی بولے کہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر بئی صرف 'با' زئی مطالبہ کر رہے ہوتے تو ہم اور وہ بیٹھتے، جرگہ کرتے اور 'با' زئیوں کی تالیفِ قلب کے لیے لڑکے کے کٹم سے کچھ رقم لے کر، کچھ اپنی

طرف سے ملا کر، معاملہ رفع دفع کر دیتے۔ ہاں بئی! اگر متاثرہ پارٹی کا مطالبہ ہوتا تو اس لڑکے (گدھے) کو جس نے یہ ناسمجھی کی ہے سال دو سال کے لیے 'تڑی پار' کر دیتے، لیکن یہ دوسرے لوگ (خبیث) کیوں کود پڑے؟ ان کا اس قضیے سے کیا تعلق؟— ایں!

تو یارا! معاملہ گمبھیر ہوتا چلا گیا۔ شاید کسی بڑے جرگے وغیرہ سے رجوع کرنا پڑا، یا نہ بھی رجوع کیا ہو، تو آخر آخر سب سے معاملہ فہم، لکھے پڑھے، سنجیدہ ہمسایوں، یعنی تم 'الف' زئیوں کو بلایا، کہا کہ اپنے آدمیوں میں سے کوئی ثالث مقرر کرو۔ ایک نسبتاً جوان آدمی کو ثالث مقرر کیا گیا جو بہت ہوا تو تیس بتیس سال کا ہوگا۔

سوال اٹھا کہ 'الف' زئیوں میں بڑے بوڑھے موجود ہیں تو یہ لڑکا یہاں ثالث کے موڑھے پہ کیوں آن بیٹھا ہے؟ سردارِ قبیلہ نے کہا یارا! لڑکے کے فیصلے سے قبائل کی تشفی نہ ہوئی تو میں سب بزرگوں، دستار داروں سے معافی مانگ لوں گا اور یہ معاملہ اپنے ہاتھ میں لے لوں گا۔ اللہ بڑا مسبب الاسباب ہے۔

سب طرف کی شہادتیں گزاری گئیں۔ پنچوں نے اپنی observations ثالث کے گوش گزار کیں۔ ثالث بہت دیر تک آنکھیں بند کیے بیٹھا رہا پھر اس نے فیصلہ دیا کہ 'با' زئی جوان جو مارا گیا بے شک بے بدل جوان تھا۔ ویسے تو آدمی کی جان کا بدلہ جان ہی ہونا چاہیے کہ انصاف کا تقاضا یہی ہے، لیکن کیا ایسا نہیں ہے کہ 'با' زئی دوست کی طرف سے زیادتی ہوئی تھی؟ میں اگر اس کی جگہ ہوتا تو معذرت کر کے اپنے گھر لوٹ گیا ہوتا، مگر میرا 'با' زئی دوست دلاوروں کا دلاور تھا، ڈٹا رہا۔ 'جیم' زئی کسی سے کم نہیں ہوتے، میرا یہ دوست بھی کاہے کو پیچھے ہٹتا۔ خیر، دونوں کے نصیب کا لکھا سامنے آیا۔ اب یہ ہے کہ 'جیم' زئی دوست ہمارے 'با' زئی بھائیوں کو ایک سو راس، مطلب سو عدد بکریاں تاوان کی ادا کریں۔ یہ ثالث کا فیصلہ ہے۔ یہاں وہ جوان لمحے بھر کو رکا، پھر کھنکارا، اِدھر اُدھر دیکھ کے بولا، لیکن کیوں کہ 'جیم' زئی بھی بے شک ہمارے بھائی بند ہیں، یہاں میرے بڑے بیٹھے ہیں، یہ تصدیق کریں گے کہ ہم 'الف' زئیوں پر فلاں 'جیم' زئی بزرگ نے ایک احسان کیا تھا، اس کو چکتا کرنے کا یہ اچھا موقع ہے۔ اس لیے میں اپنے ذاتی ریوڑ کی ایک سو بکریاں، 'جیم' زئی دوستوں کی طرف سے 'با' زئیوں کو دیتا ہوں۔

یہ کہہ کے وہ جوان اپنے باڑے سے سو بکریاں کھول کر 'با' زئیوں کے باڑے میں باندھنے کو چلا۔

اب ادھر کی سنیے۔ 'الف' زئی اپنے گھروں کو لوٹتے تھے کہ ایک چھوٹے بچے نے سردار قبیلہ سے کہا کہ او بزرگا! یہ کیسا ثالث ہے؟ اور یہ فیصلہ کس طرح کا ہے کہ باڑے سے اپنی ایک سو بکریاں کم ہو گئیں؟

بزرگ نے مسکرا کے کہا کہ بچے! تو نہ ثالث کو جانتا ہے نہ 'جیم' زئیوں کو۔ انھیں خوب پتا ہے کہ ثالث نے جو ہم پر ان کے کسی احسان کا ذکر کیا ہے، وہ نری بکواس ہے۔ نہ 'جیم' کسی پہ احسان کرتے ہیں، نہ ہی ہم ان چھچھوروں کا احسان لیتے ہیں۔ تو دیکھتا جا کیا ہوتا ہے۔ گھنٹے سوا گھنٹے بعد ثالث بھائی واپس آیا تو اس کے پیچھے ایک سو سات بکریاں تھیں۔ حیرت! حیرت!

بزرگ نے بچے سے کہا، جا انھیں گن۔ بچہ گن کر آیا۔ پوری ایک سو سات۔ تب بزرگ نے کہا، اب اس

سوا گھنٹے میں جو ہوا ہوگا مجھ سے سن لے۔ اپنا ثالث 'با' زئیوں کی طرف جاتا ہوگا تو اسے راہ میں 'جیم' زئی لوگوں کے بزرگ ملے ہوں گے۔ انھوں نے ہمارے لڑکے کے فہم کی تعریف کی ہوگی۔ اسے گلے سے لگا کر اس کی کشادہ دلی کی ثنا کی ہوگی، پھر کہا ہوگا کہ یارا! پرکھوں کا آپس کا جو احسان تھا وہ ہماری تمھاری پیدائش سے پہلے کی بات ہے۔ اسے بھول جانا ہی بہتر ہے۔ ہاں، تم نے بھائی بندی میں یہ جو قدم اٹھایا ہے ہمیں تو اس نے جیت لیا ہے۔ سمجھے؟ یہ بکریاں واپس لے جاؤ۔ تمھارے بڑوں کی اور تمھاری دعا سے 'جیم' زئیوں کے باڑے بھرے ہوئے ہیں۔ جو بھی تاوان مقرر کیا گیا ہے وہ ہم خود ادا کریں گے۔

پھر انھوں نے قبائلی روایت کی پاس داری میں اور 'الف' زئیوں کے مہر و مروت کو سراہتے ہوئے اپنی طرف سے سات بکریاں اسے نذر کی ہوں گی، تو اس طرح یہ سو کی ایک سو سات ہو گئیں۔ سمجھا بئ؟

پھر بزرگ نے اس قضیے کے ثالث سے پوچھا، کیوں بئ؟ یہی ہوا تھا؟

ثالث نے بے حد خوش ہو کے دانت نکال دیے۔ عرض کی، ہاں بزرگا! عین مین ایسا ہی ہوا تھا۔

☆☆☆